ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)

Vol.7. No.4 2024

دیوان مسکین:سندھ میں فارسی شاعری کا ایک شاہکار دیوان

Diwan Miskeen: A masterpiece of Persian Poetry in Sindh

خالد اسحاق

ریسرچ اسکالر، شعبہ اردو، سندھ یونی ورسٹی جام شورو

ڈاکٹر شذرہ حسین

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، سندھ یونی ورسٹی جام شورو

Khalid Ishaque
Research Scholar, Department of Urdu, University of Sindh, Jamshoro.
Khalidbajwa956@gmail.com
Dr. Shazra Hussain
Associate Professor, Department of Urdu, University of Sindh, Jamshoro.
Shazra.shar@usindh.edu.pk

Abstract
This article is a research, analysis and commentary on a Persian poetry collection which is known as "Diwan e Miskeen" by Hazrat Hizbullah Shah Rashdi. Diwan Miskin is a monument of the late period of Persian poetry in Sindh. This collection of Ghazals also contains a glimpse of many articles of Diwan e Hafiz Shirazi. The poet of, Hazrat sayed Hizbullah Shah is also known as pioneer in promotion of Persian Poetry in Sindh.
Key words: Hizbullah Shah, Miskin, Diwan e Miskin, Persian Poetry, Sindh, Peer Pagara

سندھ کی سرزمین علم وادب کی ترویج واشاعت اور ارتقا کے لحاظ سے ہمیشہ بڑی زرخیز ثابت ہوئی ہے۔ یہاں ہر دور اور عہد میں ایسے ذہین اور خداداد صلاحیتوں کے لوگ پیدا ہوئے ہیں جنھوں نے علم وادب کی سیرابی کے لیے بھرپور کوششیں اور کاوشیں کی ہیں۔ جن کی کوششوں کو دنیا بھر کے علمی وادبی حلقے میں سراہا گیا ہے۔سندھ میں اسلام کی آمد کے بعد دوسری صدی ہجری سے لے کر آٹھویں صدی ہجری تک عربی زبان وادب کے مطالعہ کا سلسلہ جاری رہا۔اس دور میں عربی زبان کے کئی عالم ادیب اور شاعر پیدا ہوئے جنھوں نے اپنی کاوشوں سے عربی زبان وادب میں خاطر خواہ اضافہ کیا۔سندھ میں سمہ خاندان کی حکومت کے قیام سے فارسی کی طرف حکمرانوں اور عوام کا رجحان بڑھنے لگا۔ گیارھویں اور بارھویں صدی ہجری میں سندھ میں فارسی شاعری کا معیار بہت بلند ہو گیا تھا۔ارغون، ترخان اور ابتدائی مغل دور سندھ نیز ہندوستان میں فارسی زبان کی وسعت اور اثرورسوخ کا دور تھا۔فارسی زبان سرکاری دفاتر، انتظامی امور، خط وکتابت، تعلیم وتصنیف، ادب اور شاعری کی زبان کے طور پر وسیع پیمانے پر استعمال ہونے لگی۔سندھ میں بھی یہی دور فارسی کی وسعت اور فوقیت کا دور تھا۔فارسی کا ادبی، ثقافتی اور تحریری سرمایہ اپنے عروج کو پہنچا ہوا تھا۔فارسی شعر وادب کا شوق سے مطالعہ شروع ہوا۔ہر صوبے اور خطے نے اس کی وسعت اور اضافے میں بھرپور حصہ لیا۔سندھ کے عالموں، ادیبوں اور شاعروں نے بھی اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے فارسی کے ادبی، علمی وشعری سرمائے میں خاطر خواہ اضافہ کیا ہے۔فارسی زبان وادب بالخصوص شعر وشاعری میں سندھ کے علماء وشعرا نے بڑا نام پیدا کیا ہے۔[۱] سندھ میں فارسی شاعری کے رجحان اور ذوق کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ٹھٹھہ کے شاعر، مؤرخ اور ادیب میر علی شیر قانع نے فارسی شعراء کا تذکرہ تصنیف کیا جس میں ۷۱۹ شعرا کے مختصر حالات بمع نمونہ کلام درج کیے۔اس کے بعد چودھویں صدی میں ٹھٹھہ کے ہی ایک اور شاعر اور ادیب محمد ابراہیم خلیل نے قانع کے بعد والے شعرا کا تذکرہ لکھا اور اسے 'مرغوب نوا، اور تکمیلات مقالات دلربا' کے نام سے موسوم کیا۔ خلیل کے تکملہ میں ۸۶ شعرا کے حالات وسوانح کو جگہ دی گئی۔[۲] بعد ازاں سندھ کے نامور ادیب، محقق، نقاد، مقدمہ نگار اور عالم ڈاکٹر نبی بخش بلوچ نے 'تکملة التکملة' کے نام سے سندھ کے فارسی شعرا کا تذکرہ لکھا۔ جس میں ۱۷۶ شعرا کے حالات اور نمونہ کلام درج کیا گیا ہے ڈاکٹر نبی بخش بلوچ کا یہ تذکرہ سندھ میں فارسی شاعری کی باقیات صالحات کو محفوظ رکھنے کی بہترین کاوش ثابت ہوا ہے۔نیز اس تذکرے کی تاریخی حیثیت بھی مسلم ہے۔اگر ان تینوں تذکروں کو جمع کیا جائے تو سندھ میں فارسی شعرا کی تعداد ہزار سے زائد ہو جاتی ہے۔حالانکہ کئی شعرا کا کلام اور تذکرہ محفوظ ہونے سے رہ گیا ہوگا۔شعرا کی مذکورہ تعداد سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

کہ سندھ کی سرزمین فارسی شعر وادب کے لیے بہت زرخیز ثابت ہوئی۔ لہٰذا ڈاکٹر نبی بخش بلوچ کی اس رائے سے اتفاق کرنا پڑتا ہے کہ "تاریخی طور پر سندھ کی سرزمین فارسی شاعری کی نشونما کے لیے زرخیز ثابت ہوئی۔"(۳)

سندھ میں فارسی شاعری کے مراسلے۔

سندھ کے شعرا اور علماء کو فارسی شعر وشاعری سے اتنا شغف تھا کہ انھوں نے مراسلوں کے ذریعے اپنی غزلیں دوسرے شعرا تک بھیجیں۔ اور یہ مراسلے مناقشے اور محاصبے کی صورت میں نہیں تھے بلکہ ترغیب و تحسین کے لیے ایک دوسرے کو بھیجے جاتے تھے تا کہ شعر وشاعری کو فروغ حاصل ہوسکے۔ اسی طرح کے مراسلوں کے بارے میں ڈاکٹر نبی بخش بلوچ نے "تکملۃ التکملۃ" میں لکھا ہے:

> "فارسی شعر سے یہ شغف تھا کہ بعض معاصرین ایک دوسرے کو اپنی غزلیں اور نظمیں ارسال کرتے اور جواب طلب کرتے۔ بعض کی جواب طلب غزلیں کثرت سے موجود ہیں۔ یہ جواب طلب مراسلے بصورت مناقشے و محاصبہ نہیں تھے بلکہ ترغیب و تحسین کے لیے مطالبے تھے۔ جو بھی مثالیں موجود ہیں ان سے ظاہر ہے کہ یہ لین دین قادر الکلام شاعروں کے میان طبع آزمائی کے ساتھ طلب تحسین والی مشق تھی۔ تیرہویں صدی کے آخر سے لے کر چودھویں صدی کے اوائل تک فارسی میں یہ شعری مراسلے بہت مقبول رہے اور پھر سندھ کے سندھی شعرا نے بھی اسی روایت کو اپنالیا۔"(۴)

مراسلوں کے علاوہ شعرا کے کلام کے موازنے بھی سندھ میں فارسی شاعری کو فروغ دینے میں بہت اہم رہے ہیں۔ موازنوں کے بارے میں ڈاکٹر نبی بخش بلوچ لکھتے ہیں:

> "شعر کی روح تکلف و تصنع سے بالاتر ہے۔ نظم گوئی سے بالاتر ہے۔ معنوی وصوری نقطہ عروج پر، شعر فطری تخلیق سے ہم کنار ہے۔ مگر ابتدائی مرحلہ بہر حال نظم گوئی ہے جو ہنر مندی کی رحین منت ہے۔ فارسی شعرا نے ایران وخراسان خواہ ہند وسندھ میں منظومندی کے جوہر دکھائے۔ ایسے اشعار منظوم کیے جن میں سب الفاظ کے حروف بانقاط ہوں، یا بے نقاط، شفتین کو نہ لگیں، یا تالو کو نہ چھوئیں، الفاظ کی ندرتوں اور لطیف بندشوں سے اشعار میں حسن پیدا کیا۔ ایک خاص ہنر مندی یہ بھی مانی گئی کہ ابجد کے حساب سے نظم میں ایسے الفاظ لائے جائیں گے جن کے حروف کا جملہ عدد وہ برآمد ہو جو کہ مقصود ہو۔ اس طرح واقعات، ولدیات، وفیات اور تعمیرات کے سنین کو متعین کرنے کے لیے تاریخی کتاب منظوم کرنا ایک خاص شاعرانہ ہنرمندی تسلیم کی گئی بعض شعرا کو اس فن میں حیرت کن دسترس تھی۔(۵)

مذکوہ بالا اقتباسات سے یہ اندازہ لگانا قدرے مشکل نہیں کہ سندھ کی سرزمین ماضی میں فارسی شاعری کے لیے بہت زرخیز تھی۔ اور یہاں کے فارسی شعرا نے ماضی میں فارسی شاعری کے فروغ میں خاطر خواہ اضافہ کیا ہے۔ ویسے تو سندھ کے کئی فارسی شعرا کے دواوین کو فارسی دان طبقے میں بہت زیادہ پذیرائی حاصل ہو چکی ہے لیکن "دیوانِ مسکینؔ" ایک ایسا دیوان ہے جس کی تاریخی، ادبی اور شاعرانہ حیثیت مسلّم ہونے کے باوجود بھی اس دیوان کو پاک وہند کے علاوہ ان ممالک میں جہاں فارسی قومی زبان ہے اس طرح پذیرائی نہیں مل سکی جو اس شاہکار دیوان کے لائق تھی۔ اس کی کئی سیاسی، سماجی اور جغرافیائی وجوہات ہیں۔ لیکن عوام (سوائے درگاہ شریف پیران پاگارہ کے مریدین کے) اس بہترین اور شاہکار دیوان کی ادبی اہمیت، وقعت اور تاریخی حیثیت سے بالکل ناواقف ہیں۔ نہ صرف عوام بلکہ فارسی دان طبقے کی اکثریت اور اہلِ علم بھی صاحبِ دیوان کے بارے میں جانتے ہوئے ان کے کلام سے بے خبر پائے گئے ہیں۔ اس مقالے میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ دیوانِ مسکینؔ کی ادبی اہمیت کو واضح کیا جاسکے۔ تا کہ پاک وہند کی جامعات میں فارسی تحقیق کے میدان میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوسکے۔ نیز اہلِ علم اس شاہکار دیوان کی قدر ومنزلت اور ادبی اہمیت سے آگہی حاصل کرسکیں۔

مختصر حالات (صاحب دیوانِ مسکینؔ)

دیوانِ مسکینؔ حضرت پیر سید حزب اللہ شاہ راشدی المتخلص بہ "مسکینؔ" (پیر پگارا سوم) کی فارسی غزلیات پر مشتمل ہے۔ حضرت سید حزب اللہ شاہ مسکینؔ ۱۸ شوال المکرم ۱۲۵۸ ہجری میں پیدا ہوئے۔(۶) آپ سندھ کے مشہور روحانی خانوادے پاگارہ خاندان کے چشم وچراغ تھے۔ یہ خاندان ہمیشہ سے سندھ کی روایتی تہذیب کا پاسبان رہا ہے۔ تحریک آزادی اس خاندان کی خدمات کا روشن اور تابناک پہلو ہے۔ یہ خاندان ماضی سے لے کر تا حال مسلم طرزِ فکر کا علمبردار رہا ہے۔ انسان کی تخلیقی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے میں خاندانی اور گھریلو ماحول کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ لہذا حضرت سید حزب اللہ شاہ مسکینؔ کو علم وادب سے شغف اور مسلم طرز فکر خاندان سے ورثے میں ملا۔ کمسنی میں آپ کے والد

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

ماجد رحلت فرما گئے، لہذا تعلیم و تربیت کی ذمہ داری خاندان کے دیگر افراد نے لی۔ ابتدائی تعلیم آخوند محمد پیر گوٹھائی سے حاصل کی۔ فارسی اور عربی علوم کی تکمیل مولوی حاجی عیسیٰ محدث سے حاصل کی۔ حضرت پیر سید حزب اللہ شاہ راشدی، شاعری کے علاوہ نقاشی، کاشی سازی، خوشخطی اور حکمت و طب میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے۔ آپ کے والد ماجد حضرت پیر سید علی گوہر شاہ راشدی المتخلص بہ اصغرؔ (پیر پگارا دوئم) فارسی اور سندھی زبان کے قدر الکلام شاعر تھے۔ اس طرح فارسی شاعری کا جوہر حضرت سید حزب اللہ شاہ کو ورثے میں ملا۔ آپ کے والد ماجد کے بارے میں محترمہ تبسم چودھری نے اپنی کتاب "تذکرہ پیرانِ پگارہ" میں لکھا ہے:

> "آپ اپنے علم و فضل روحانی فیض اور سخاوت کی وجہ سے سندھ اور ہند میں مشہور ہوئے۔ آپ کو عربی اور فارسی علوم پر ملکہ تھا۔ علماء اور شعرا آپ کی خدمت میں آتے اور انعام و اکرام حاصل کرتے رہتے تھے۔ آپ کے ہاں سماع کی محفلیں بھی ہوا کرتی تھیں۔"[۷]

محولہ بالا کتاب میں ایک اور مقام پر محترمہ تبسم چودھری پیر سید علی گوہر شاہ راشدی (پیر پاگارہ دوم) کی شاعری کے بارے میں مزید لکھتی ہیں:

> "آپ کے والد ماجد اعلیٰ پائے کے ادیب اور شاعر تھے۔ اور آپ کا زیادہ تر کلام سندھی کافیوں پر مشتمل ہے جن کی تعداد 700 کے قریب ہے۔ آپ کا کلام پورے سندھ میں عموماً اور حر جماعت کی سماع کی محفلوں میں خاص طور پر گایا جاتا ہے۔ آپ کے کلام سے ان کے درویشانہ اور عارفانہ مقام کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ آپ کا تخلص اصغر تھا۔ آپ نے اپنے والد بزرگوار حضرت پیر سید صبغت اللہ شاہ کے ملفوظات کو بنام "خزانۃ المعرفت" فارسی زبان میں جمع کیا۔ اس کتاب کے ابواب کی ترتیب اور اقوال کے انتخاب سے آپ کے علم و فضل کی عظمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔"[۸]

حضرت سید حزب اللہ شاہ راشدی کے بارے میں تبسم چودھری اپنی کتاب "تذکرہ پیران پگارا" میں لکھتی ہیں:

> "آپ بذاتِ خود عالم انسان تھے اور علم دوستی میں بہت معروف تھے۔ بہت دور دور سے لوگ آپ کی قدردانی کی وجہ سے آتے تھے اور فیض پاتے تھے۔ آپ کا تخلص مسکین تھا اور بہت عمدہ شاعر بھی تھے۔"[۹]

آپ کا وصال چار محرم الحرام ۱۳۰۸ ہجری بمطابق اگست ۱۸۹۰ء میں ہوا۔ مزار مبارک پیر جو گوٹھ سندھ میں واقع ہے[۱۰]۔ آپ کے وصال کے بارے میں ڈاکٹر نبی بخش بلوچ لکھتے ہیں:

> "اس وقت ان کی عمر مبارک پچاس برس تھی۔ آخر کار حاسد اور دشمن زہر کا پیالہ آپ تک پہنچانے میں کامیاب ہو گئے۔ دو دفعہ پہلے بھی (زہر پلانے کی) ناکام کوششیں کی گئی تھیں۔ یہ تیسری دفعہ تھا کہ ان کو زہر کا پیالہ دیا گیا۔ یہ خبر عام و خاص میں مشہور ہو گئی۔ ان کی وفات اس وقت سندھ پورے میں سب سے بڑا دل دکھانے والا واقعہ ثابت ہوئی۔"[۱۱]

حضرت سید حزب اللہ شاہ کی شخصیت: آپ کی شخصیت مختلف اوصاف کا مجموعہ تھی۔ یوں کہا جائے کہ پیر صاحب ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے تو بجا ہو گا۔ سچائی اور اصول پسندی، حق گوئی و بے باکی، حریت پسندی، عدل و انصاف اور سخاوت آپ کی شخصیت کے نمایاں پہلو تھے۔ آپ نے مسندِ ارشاد پر براجمان ہونے کے بعد اپنی جماعت اور عوام الناس کی اصلاح کی خاطر سندھ و ہند کے دور دراز علاقوں کے کئی سفر کیے اور لوگوں کو اصلاح کا پیغام پہنچایا۔ ان علاقوں میں لاڑ، جیسلمیر، کچھ، بلوچستان، گجرات (انڈیا) اور پنجاب کے کئی علاقے شامل ہیں۔[۱۲] اکثر سجادہ نشین تصوف و سلوک کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ کچھ تصوف کے ساتھ سیاست میں دلچسپی لیتے ہیں اور کچھ ان دونوں میدانوں کے ساتھ علم و ادب کے دلدادہ بھی ہوتے ہیں۔ حضرت سید حزب اللہ شاہ کا شمار ان مشائخ میں ہوتا ہے جو بیک وقت رہنما، عالم، ادیب، سیاسی سوجھ بوجھ رکھنے والے، علم پرور اور ادب نواز تھے۔ آپ کے اوصاف کے بارے میں مفتی محمد رحیم سکندری لکھتے ہیں: "سخن عجب ایں است کہ پیر سید حزب اللہ شاہ بیک وقت شہنشاہ صفت و نفیس الطبع لیکن فقیر منش فیاض خدا ترس بودند۔"[۱۳]

ترجمہ: یہ بات عجیب ہے کہ پیر سید حزب اللہ شاہ بیک وقت شاہانہ صفات کے مالک، نفیس طبع، فیاض اور خدا ترس انسان تھے۔

آپ ہر کام میں نفاست کو بہت ذیادہ پسند فرماتے تھے۔ آپ کی اس صفت کے بارے میں مفتی محمد رحیم سکندری لکھتے ہیں: "حضرت پیر سید حزب اللہ شاہ در ہر فن و ہر کار رعایت نفاست و ذوق را رعایت می کرد۔"[۱۴]

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

ترجمہ: حضرت سید حزب اللہ شاہ ہر کام اور فن میں نفاست اور ذوق کی رعایت ملحوظ خاطر رکھا کرتے تھے۔

آپ کے دور میں درگاہ شریف میں منعقد ہونے والی شعر و ادب کی محافل کی شہرت پورے سندھ میں پھیلی ہوئی تھی۔ اسی بات کے پیش نظر مفتی محمد رحیم صاحب نے پیر سید حسام الدین راشدی کا جو قول پیش کیا ہے اس سے اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ ان محافل کا رنگ کیا ہو گا۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں

"بقول پیر حسام الدین راشدی پیر جو گوٹھ یاد بغداد ہارون الرشید تازہ میکرد۔ علماء، شعراء اکثر و بیشتر خلعتہائے نفیس و ہدایا گراں قدر بذل مے نمودند۔ بارے مولانا بہائی را فیل بطور انعام دادند۔"(۱۵)

ترجمہ: بقول پیر سید حسام الدین راشدی پیر جو گوٹھ ہارون رشید کے بغداد کی یاد تازہ کرتا ہے۔ علماء و شعراا کثر و بیشتر یہاں گراں قدر تحائف و انعامات اور خلعتیں حاصل کرتے ہیں۔ آپ نے مولانا بہائی کو ہاتھی انعام دیا۔

حضرت پیر سید حزب اللہ شاہ راشدی کی شاعری: آپ اپنی خداداد صلاحیتوں کے بل بوتے پر میدان ادب میں داخل ہوئے اور اپنے نام کا سکہ منوایا۔ جس عہد میں آپ نے اپنی قابلیت، جوہر اور انفرادیت کو تسلیم کروایا اس عہد میں سندھ و ہند میں فارسی کے کئی قد آور شعراء ادبی منظر نامے پر موجود تھے۔ سندھ میں خصوصاً میر شہداد خان المتوفی ۱۸۵۷ء صاحبِ دیوان، مشہور عالم، درویش اور فقیر منش شاعر قادر بخش بیدل المتوفی ۱۸۷۲ء جنھوں نے فارسی نظم و نثر میں تقریباً پندرہ یادگار تصانیف چھوڑی ہیں، میر حسین علی خان المتوفیٰ ۱۸۷۸ء جن کا دیوان ۱۶۰ فارسی غزلیات پر مشتمل ہے، قاضی غلام علی جن کے اردو اور فارسی شاعری کے دو دیوان یادگار ہیں اور سید میر جان اللہ شاہ جن کا چار ہزار اشعار پر مشتمل دیوان یادگار ہے، کے نام قابل ذکر ہیں۔ یہ وہ شعراہیں جن کی استادی مسلّم تھی۔ ایسے شعرا کی موجودگی میں اپنا چراغ جلانا کچھ آسان نہیں تھا۔ آپ نے اپنی صلاحیتوں اور علم کے بل بوتے پر نہ صرف جہانِ شعر و ادب میں جگہ بنائی بلکہ اپنی استادی بھی تسلیم کروائی۔ حضرت پیر سید حزب اللہ شاہ راشدی نے پائیں سندھ میں فارسی شعر و شاعری کو عروج بخشا۔ وہ اپنے عہد کے فارسی کے نمائندہ شاعر سمجھے جاتے تھے۔ ان کا کلام دل پر اثر کرتا ہے۔ ان کی فارسی غزلوں کا معیار بہت بلند ہے۔ ایک وقت ایسا بھی تھا کہ پائیں سندھ کے تمام بڑے قادر الکلام شعرا ان کی محفلوں میں شامل ہوا کرتے اور کلام پر تصحیح کی فرمائش بھی کیا کرتے۔ کثرت سے شاعری کی محافل کا انعقاد ہوا کرتا تھا۔ پیر سید حزب اللہ شاہ ان محافل کی شمع انجمن ہوتے۔ اس پر ڈاکٹر نبی بخش بلوچ نے اپنی کتاب میں "شمع انجمن سید حزب اللہ شاہ پیر پگارا" کے نام سے جو مضمون لکھا ہے اس کا اقتباس ذیل میں پیش کیا جارہا ہے۔ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ اپنی کتاب "تکملۃ التکملۃ" میں لکھتے ہیں:

"شمع انجمن سید حزب اللہ شاہ پیر پگارا، میر کرم علی خان کرم اور میر عبد الحسین خان نے پائیں سندھ میں پایہ تخت حیدرآباد میں فارسی شعر و شاعری کے ذوق و زرخیزی کو پروان چڑھایا شمال سندھ میں یہ شرف درگاہ پیران پگارا پیر جو گوٹھ خیر پور ریاست کو حاصل ہوا۔ جہاں پر سجادہ نشین سوئم پیر پگارا حزب اللہ شاہ نے اپنی علمی ادبی یگانگت، فارسی شعر و شاعری میں ذوق و ذہانت اور ذاتی سیادت و سخاوت سے خود کو علمی و ادبی محفلوں کے لیے شمع انجمن بنایا۔ علماء ان کی طرف متوجہ ہوئے اور شعراء ان کی محفلوں سے منسلک ہوئے۔ تقریبا 30 سال تک انہوں نے شمع انجمن بن کر ان محفلوں کو رونق بخشی۔ مشرق کے اضلاع سے بہاؤالدین بہائی، شمال سے نبی بخش کولاچی امین اور مغرب میں لاڑکانہ سے محمد عاقل اس انجمن کے ستون تھے۔ یعنی پورے شمالی سندھ تک اس کا دائرہ وسیع تھا۔ مرکزی طور پر فرزند ارجمند علی اصغر شاہ تخلص "علی" ہم نشینوں میں سے تھے۔ اور جناب حزب اللہ شاہ مسکین اس انجمن کے روح رواں تھے۔ خاص شمال سندھ کے ممتاز شاعروں کے علاوہ دوسرے مشہور معروف شعراء جو بعد میں میر عبد الحسین خان سانگی کی محفل سے وابستہ ہوئے جناب حزب اللہ شاہ کی محفل سے منسلک رہے۔"(۱۶)

آپ کی شاعری علمی و ادبی خدمات کے بارے میں مفتی عبد الرحیم سکندری اپنی کتاب "تذکرہ پیرانِ پاگارہ" میں لکھتے ہیں:

"آپ فصاحت و بلاغت میں ثانی نہ رکھتے تھے اور علم و ادب پر عبور رکھنے والی شخصیت تھے۔ روزانہ کی شب بیداری کے ساتھ ہزار ہا روپے روزانہ صدقہ فرماتے، علماء و شعرا ہر وقت آپ کی محفل اور سفر و حضر میں ساتھ رہتے۔ علماء اور شعرا کا

اکرام، ان کو خلعتوں سے نوازنا، انعامات و اکرامات عطا فرمانا آپ کا خاصہ رہا، جس کا شہرہ سن کر دور دراز سے علماء و شعرا دربار عالیہ قادریہ راشدیہ پیر جو گوٹھ تشریف لاتے اور آپ کی علمی و روحانی محافل سے بہرہ ور ہوتے۔ آپ کے دورِ سجادگی میں علم دین کی اشاعت ہوئی اور شعر و ادب پروان چڑھا، چونکہ آپ فارسی کے بلند پایہ شاعر تھے اس لیے شعرا کا جمِّ غفیر خدمت عالیہ میں موجود رہتا۔ آپ کی شاعری کے موضوعات میں توحید باری تعالیٰ، مدحتِ مصطفیٰ ﷺ، مناقب صلحاء و اولیاء، فقر، عبادت، شفاعتِ مصطفیٰ، معراج شریف، معجزات، مناقبِ اصحاب رسول و اہلبیت مصطفیٰ ﷺ، مناقب غوث اعظمؒ، راہِ حق، راہِ سلوک، عشق، درد و فراق، صدق و وفا، ذکرِ الٰہی، توکل، تدبیر، فنا و بقا، قبض و بسط، امید و رجاء، خوف خدا، توبہ، صبر جیسے کئی موضوعات شامل ہیں۔"(۱۷)

سید حزب اللہ شاہ پیر پگارا شعر و شاعری پر دل کھول کر داد دیتے تھے اور جن شعرا کا کلام انھیں پسند آتا تھا فیاضی کے ساتھ ان پر انعامات کی نوازشیں فرمایا کرتے تھے اور دل کھول کر داد دیا کرتے تھے۔ ڈاکٹر بلوچ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

"جناب پیر صاحب حسن شعر پر دل کھول کر داد دیتے تھے۔ روایت مشہور ہے پائیں سندھ کی سید غلام شاہ سے ناراض تھے لیکن انھوں نے سامنے آتے ہی ایسا شعر پڑھا کہ خوش ہو کر ان کو گلے لگالیا۔ ان کی محفلوں میں حاضر شعرا آزادی سے اپنی پسند کے شعر پیش کرتے تھے اور سب پر نوازشات ہوتی تھی۔ لیکن جن کے اشعار خوب سے خوب تر ہوتے تھے ان کو میر مجلس بھی اپنی پسند کا انعام دیتے تھے۔ ایک محفل میں سب پر نوازشات ہوئیں لیکن جب بہاؤالدین بہائی نے اپنا شعر پیش کیا تو بے حد خوش ہو کر ان کو اپنا ہاتھی بخش دیا۔ بہائی نے گزارش کی کہ حضرت میں غریب ہوں اور ہاتھی کو کہاں پال سکتا ہوں۔ اس پر پیل بان دیا اور روزانہ اخراجات دیے جب تک یہ ہاتھی بہائی کے پاس رہا۔ بعد میں بہائی نے یہ ہاتھی بہاولپور کے نواب کو بیچ دیا۔"(۱۸)

دیوانِ مسکین: سید حزب اللہ شاہ راشدی کی غزلیات کا مجموعہ دیوان مسکین کے نام سے فروری ۱۹۸۵ میں سامنے آیا۔ اس دیوان پر ایک مفصّل مقدمہ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ مرحوم کا لکھا ہوا ہے۔ اور غزلیات کا سندھی ترجمہ مفتی محمد رحیم سکندری نے کیا ہے۔ اس دیوان میں ۲۱۵ غزلیں، ۶ قطعات ایک منقبت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں ۱۳ مفرد اشعار اور ایک غزل اردو زبان میں ہے۔ دیوانِ مسکین کے بارے میں محترمہ خدیجہ میمن نے ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کی نگرانی میں لکھے گئے اپنے پی ایچ۔ ڈی کے مقالے میں لکھا ہے:

"انھوں نے ایک دیوان، دیوانِ مسکین فارسی یادگار چھوڑا ہے جو ۱۹۸۵ء میں جمعیت علماء سکندریہ درگاہ شریف پیر جو گوٹ ضلع خیرپور سے شائع ہوا ہے۔ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ نے اس دیوان پر ایک شاندار اور مفصّل مقدمہ قلم بند کیا ہے جس سے ان کی زندگی کے بہت سے اہم گوشوں پر روشنی پڑتی ہے۔ قربان علی سکندری نے ۴ فروری ۱۹۸۵ء کو اس دیوان سے متعلق "احوال واقعی" کے عنوان سے ایک تحریر قلم بند کی ہے جس کا ترجمہ اس طرح ہے، 'طریقت شریعت کے سفیر حضرت پیر سائیں سید حزب اللہ شاہ مسکین تخت دھنی تیسرے پاگارا کا فارسی کلام ترجمے کے ساتھ پیش خدمت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب ۱۹۸۳ء میں جناب منشی محمد پریل صاحب اور فقیر خلیفہ عبداللہ کی ترغیب اور تائید پر جمعیت علماء سکندریہ نے دیوانِ مسکین کی اشاعت کا فیصلہ کیا اسی وقت محترمی مترجم صاحب کے پیشِ نظر صرف ایک نسخہ جامعہ راشدیہ کا موجود تھا۔ بعد میں محترم ممتاز عمر صاحب روہڑی والے کا نسخہ اور ڈاکٹر عباس علی صاحب گھمرو کا نسخہ ملا۔ ممتاز صاحب والا نسخہ سادہ خط نسبتاً مکمل تھا جبکہ گھمرو صاحب کا نسخہ اچھا تھا مگر ناقص تھا۔ ان نسخوں کو سامنے رکھ کر جناب پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب نے پہلی بار دیوانِ مسکین کا متن تیار کیا جو کتابت کے لیے دیا گیا۔ خاصی کتابت مکمل ہونے کے بعد جناب پیر علی شاہ لکیاری مرحوم کا نسخہ ان کے بیٹے سید عبداللطیف شاہ سے محترم پروفیسر شیخ محمد فاضل

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

> صاحب کو عبد الرحمن صاحب مہیسر کی معارف ملا۔ اسی موقع پر ملا الہی بخش سومرو پیر گوٹھ والے کا نسخہ بھی دریافت ہوا۔ پیر علی شاہ مرحوم کا نسخہ درگاہ شریف کے قدیم منشی محمد رحیم راجڑ کا لکھا ہوا تھا۔ منشی صاحب محمد پریل کے بقول یہ نسخہ صحت کے اعتبار سے تمام نسخوں کے مقابلے میں اہم ہے۔ اسی لیے مفتی محمد رحیم صاحب اور پروفیسر شیخ محمد فاضل صاحب کی وساطت سے دوبارہ دیوان کے متن اور مختلف نسخوں کے درمیان تقابل اور تحقیق کے کام کو ضروری سمجھا گیا۔ چنانچہ دوسری دفعہ تحقیق و تقابل کے نتیجے میں چند نئی غزلیں سامنے آئیں۔ دوسری طرف ان نسخوں کے متعلق تصحیح میں مدد مل سکی۔ حسن اتفاق کہیے یا روحانی مدد کے جب کتاب طبع ہونے جا رہی تھی کہ ایک حمد اور مناجات پر مشتمل کلام دریافت ہوا ۔یہ کلام مفتی اعظم پاکستان مفتی صاحب داد کی ڈائری میں لکھا ہوا تھا۔ دواوین کا تقابلی متن پروفیسر محمد فاضل شیخ نے کیا ۔اور قلمی مخطوطات کی تصحیح نیز مخطوطات خوانی کا اہم فریضہ پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفی خان صاحب قبلہ نے ادا کیا۔"(۱۹)

دیوان مسکین کے علاوہ بھی ان کی ایک تالیف "صنعت چینی مٹی" کے نام سے ہے جو تا حال شایع نہیں ہو سکی۔ یہ کتاب چینی اور مٹی کے استعمال، ان سے کی جانے والی گلکاری اور نقش و نگار کے اصولوں پر مشتمل فارسی زبان میں دو سو صفحات پر مشتمل تالیف ہے جس کی تاریخی، تحقیقی اور علمی حیثیت مسلّم ہے۔(۲۰) پیر صاحب کے دیوان کے مطالعے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی شاعری آورد نہیں بلکہ آمد کا نتیجہ ہے۔ ان کا کلام نئی بندشوں، شگفتہ اور نادر تشبیہات و استعارات اور تغزل پر مشتمل ہے۔ ان کی غزلیات میں قافیہ پیمائی عروج پر نظر آتی ہے۔ ان کی غزلیات میں ایک کیف اور سرور کی کیفیت ہے جو قاری کو اپنے سحر میں جکڑ لیتی ہے۔ ان کی زیادہ تر مختصر غزلیں پانچ اشعار پر مشتمل ہوتی ہیں۔ اور طویل غزلیں لگ بھگ بیس اشعار پر مشتمل ہوتی ہیں۔ ان کی غزلیں ایک خاص وضع کی غنائیت سے معمور ہیں جن میں تراکیب، علامات اور صنائع بدائع کا حسن جا بجا نظر آتا ہے۔ پیر صاحب کو زبان و بیان پر کامل دسترس ہے۔ کلام کے مطالعے سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ ان کا مطمعِ نظر محض صنعت گری نہیں بلکہ یوں کہنا مناسب ہو گا کہ ان کے نزدیک شعر کہنا قرض جاں کی ادائیگی ہے۔ صنعتِ تضاد، حسنِ تعلیل اور بعض مقامات پر لف و نشر مرتب کو پیش نظر رکھ کر کلام کو خوب سنوارا گیا ہے۔ خدائے واحد و لاشریک کے ساتھ گہری وابستگی ان کے کلام کے مضامین میں سے ایک اہم موضوع ہے۔ فاضل نوجوان محقق غلام مصطفیٰ بھنبھرو نے "جواہرات مسکین" میں ان کے اشعار کے مضامین کو تین اقسام پر منقسم کیا ہے۔ پہلے اشعار وہ ہیں جو مجازی رنگ میں ہیں۔ دوسرے وہ جو حقیقی رنگ میں ہیں اور تیسری قسم میں وہ اشعار آتے ہیں جو حقیقت و مجاز کا امتزاج ہیں۔(۲۱) ان کی شاعری کے مضامین کے بارے میں مفتی محمد رحیم سکندری لکھتے ہیں:

> "موضوعاتِ دیوانِ مسکین فراق و وصال، ذوق حسن جمال، عشق استغاثہ حقیقت و مجاز، مدح و مناجات، سوز و درد، امر معروف و نہی عن المنکر و کلمہ حق است۔"(۲۲)

ترجمہ: دیوان مسکین کے موضوعات فراق و وصال، حسن، عشق، حقیقت و مجاز، مدح و مناجات، سوز و درد، امر معروف اور نہی عن المنکر اور حق گوئی کی باتوں پر مشتمل ہیں۔

ان کے کلام کی ایک اور خاصیت متحرک تراکیب کا استعمال ہے جو ان کے اسلوب کو انفرادیت عطا کرتی ہے۔ کلام سے چند تراکیب ملاحظہ ہوں،

"بادہء گلفام، مئے لعل گلفام، شب خرّم، روزِ فرجام، زلف مشکیں فام، حدیثِ جمالش، غنچہ در گلستان، باغ حسن گل، حریفِ بزم، ہبوبِ باد صبا، بوفق باد کشاں، دو تیغ ابرویت، ماہ انجمن، کشتہء تیغ محبت، صبح وصال جاناں، ساکنان سر کوئے تو، ہزاراں گوہر شہوار، آں بت رعناں، شعاع روئے آں دلبر، آں بت رعناں، خم گیسو، رنج با قصد قضا، یاد لب لعل شفا، عندلیبِ خوشہ چیں، کاروانِ اشک، نشاط نسیم گاہ سحر، غمزہء چشم اوست"

ان چند مثالوں سے یہ پتا چلتا ہے کہ انھوں نے نہ صرف شعرائے متقدمین کا تتبع کیا بلکہ نئی نئی تراکیب کا اختراع بھی کیا ہے۔ تراکیب کے علاوہ دیوانِ مسکین میں کئی نادر اور شگفتہ تشبیہات اور استعارے بھی ملتے ہیں جو ان کے کلام کو دوسروں سے ممتاز کرتے ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں،

استعارات:

رخسار و جبہش مہ و مہر   زلف و رخ صبح شام دارد   (دیوان مسکین: ص ۲۱۰)
روئے یار یگانہ می بینم   مہر و مہ بخانہ می بینم   (دیوان مسکین: ص ۲۸۸)

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

در دندان ولب لعل از تبسّم در کشا　　تا جواہر خانہ درج دہن بینم ترا (دیوان مسکین: ص ۸۱)

تشبیہات:

زلف مشکیں رشک سنبل روئے رنگیں چوں بہار　　لعل شیرینت عقیق وپر گہر درج دہن (دیوان مسکین: ص ۳۱۲)

توئی چوں بلبلے کاندر نوابہ ہر چمنے　　توئی چوں شمع درخشاں بہ بزم انجمنے (دیوان مسکین: ص ۳۴۲)

صنعت تکرار:

مبارک باد بلبل رابہار آمد بہار آمد　　ہزاراں تہنیت گل راہزار آمد ہزار آمد (دیوان مسکین: ص ۱۴۴)

بیابیا کہ ہمہ دردرادوااین جاست　　شنوشنو کہ عطاخانہء شفااین جاست (دیوان مسکین: ص ۱۲۳)

سہل ممتنع:

شوخ من چونکہ بے حجاب شود　　جگر آفتاب آب شود (دیوان مسکین: ص ۱۴۳)

بمسکیں دولت حلّ المعانی　　ز فیضِ خدمت استاد دادند (دیوان مسکین: ص ۱۵۸)

صنعت تلمیح:

مافقیر انیم مارابازر وزیور چہ کار　　ہمچو ابراہیم باسرمایہء آزر چہ کار (دیوان مسکین: ص ۲۳۸)

ثانی اثنین اذ ھمافی الغار رامسکین بیافت　　بے شبہ پیوند دارم پنجم وہر چار گل (دیوان مسکین: ص ۲۶۰)

بیقراری ہاست طوفاں دیدہء یعقوب را　　عشق یوسف خانہ صبر زلیخا بشکند (دیوان مسکین: ص ۲۰۱)

صنعت تلمیع:

انت رافع انت شافع من مرض شیطان الرّجیم　　دم شفا کن اے مسیحا بر سر بیمار گل

انّی شخص مذنب انت الشّفیع المذنبین　　کن نظر بر من گدا اے شاہ پر اسرار گل (دیوان مسکین: ص ۲۵۹)

شعر کے ظاہری حسن کے علاوہ ان کے مضامین بھی ان کی شاعری کو دوسروں سے منفرد کرتے ہیں۔ مندرجہ ذیل سطور میں ان کے کلام کے اہم مضامین کو بمع مثال بیان کیا جا رہاہے تاکہ شاعری میں ان کی منفرد حیثیت کو سمجھنے میں آسانی ہو سکے۔

حبّ الوطنی:

ز ملک سندھ چہ گویم کہ تاممالک ہند　　اسیر دام کرمہائے اوست پیر جواں (دیوان مسکین: ص ۳۰۸)

ترجمہ: سندھ کی کیا بات کروں، ہند کے ممالک میں سب اسکی سخا اور کرم کے گرویدہ ہیں۔

وہ دیگر شعراکے برعکس محبوب کا تصور کچھ اس طرح پیش کرتے ہیں،

فاتح فرخ سرشت وپہلوان شیر گیر　　شہریار وکامگار وشہسوار وصف شکن (دیوان مسکین: ص ۳۱۲)

محبوب کو خون سے خط لکھنے کا مضمون توکئی شعراء نے باندھا ہو گا مگر محبوب کو خط لکھتے ہوئے ہاتھ مضطرب ہو جائیں اور قلم سے خود بخود خون رسنے لگے ایسا مضمون شاید ہی کسی شاعر نے پیش کیا ہو، مثال ملاحظہ ہو،

خواستم تحریر سازم نام سوئے دوستاں　　مضطرب گردید دستم کلک گشتہ خوں فشاں (دیوان مسکین: ص ۳۰۰)

ترجمہ: میں نے محبوب کو خط لکھنا چاہا تو ہاتھ مضطرب ہو گئے اور قلم سے خود بخود خون رسنے لگا۔

وہ ہر دل کو محبت جیسے عظیم جزبے کے لائق نہیں سمجھتے اور ہر چہرے کو محبوب بننے کے لائق بھی نہیں سمجھے۔ لکھتے ہیں کہ،

ہر دل محبت بغم عشق گرفتار نباشد　　　ہر کج نظرے لائق دیدار نباشد (دیوان مسکین: ص۲۲۱)

ترجمہ: ہر دل محبت جیسے عظیم جذبے کے قابل نہیں ہوتا، اور ہر کج رو، دیدار کے قابل نہیں ہوتا۔

ان کے نزدیک محبت ایک عظیم جذبہ ہے، وہ کہتے ہیں کہ عشق عطا کیا جاتا ہے یہ انسان کے اپنے بس کی بات نہیں، ملاحظہ ہو،

حرف حرف محبّتش مسکین　　　دمبدم داستانہ می بینم (دیوان مسکین: ص۲۸۹)

بمسکیں شد عطا ایں نعمت عشق　　　زغیب ایں مژدہ آمد غائبانہ (دیوان مسکین: ص۳۲۸)

بائے کہ از طرّہ طرّار بر آمد　　　مشکست کہ از طبلہ ءعطار بر آمد (دیوان مسکین: ص۱۶۲)

ترجمہ: میرے محبوب کی زلفوں سے مہک ایسے آرہی ہے جیسے عطار کی بوتل سے مشک کی خوشبو آتی ہے۔

ترک من تا گوشہ ءزریں کلا رابشکند　　　ملک اسکندر ستاند جاہ دارا بشکند (دیوان مسکین: ص۲۰۱)

ترجمہ: میرا محبوب سنہری ٹوپی کو ترچھا کرے تو ملک سکندر ہتھیالے اور دارا کا مرتبہ ختم کردے۔

خدا چوں عالمے ایجاد میکرد　　　ترا شیریں مرا فرہادی کرد (دیوان مسکین: ص۱۹۱)

ترجمہ: اللہ پاک نے جب جہاں بنایا تو تجھے شیریں اور مجھے فرہاد بنا کر پیدا کیا۔

بمکتب خانہ ءعشق تو مسکیں　　　رہ رسم وفا را یاد میکرد (دیوان مسکین: ص۱۹۱)

ترجمہ: مسکین نے تمہارے عشق کے مکتب میں وفا کی راہ و رسم کا سبق یاد کیا ہے۔

پیر صاحب نے اپنی شاعری میں کئی مقامات پر حافظ شیرازی کا تتبع کیا ہے۔ یہ بات بھی بڑی دلچسپ ہے کہ پیر صاحب کے اکابرین نے ہمیشہ مولانا رومی کی مثنوی کا تتبع کیا ہے۔ لیکن پیر صاحب نے اپنے اکابرین کی روش سے ہٹ کر حافظ شیرازی اور مولانا عبدالرحمٰن جامی کا تتبع کیا۔ جامی کے بارے میں کہتے ہیں:

بنواز مطرباں را خوش، خوش بہ نغمہ چنگے　مسکین َغزل طراز در طرز نظم جامی

حافظ شیرازی کو تو وہ استاد مانتے ہیں۔ ان کی شاعری کا رنگ حافظ شیرازی کا رنگ ہے۔ مفتی محمد رحیم صاحب لکھتے ہیں:

"حضرت پیر سید حزب اللہ شاہ اکثر کلام بطرز حافظ شیرازی گفتہ است، و حافظ را استاد خویش می گویند۔ و بر طرز جامی نیز غزل فرمودہ است۔"(۲۳)

ترجمہ: حضرت سید حزب اللہ شاہ نے اکثر کلام حافظ کی طرز میں کہا ہے، اور حافظ کو وہ اپنا استاد مانتے ہیں۔ نیز طرز جامی میں بھی انھوں نے غزلیں کہی ہیں۔

حافظ کا تتبع اور رنگ اختیار کرنے سے دیوان حافظ کی تمام خوبیاں تو دیوان مسکین میں پائی جاتی ہیں لیکن اس کے باوجود دیوانِ مسکین کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ حافظ شیرازی نے صوفی مشرب اختیار کرنے کے باوجود کئی مقامات پر حکمرانوں کی تعریف و توصیف کی ہے اور ان کی شان میں قصیدے لکھے ہیں، لیکن حضرت مسکین نے حافظ کے بر عکس نہ صرف حکمرانوں کے تعریف اور قصیدے لکھنے سے اجتناب کیا ہے بلکہ انھوں نے چند مقامات پر سامراجی قوتوں خصوصاً انگریزوں اور ریاست خیرپور کے حکمرانوں کی دوستی اور باہمی تعاون کو واضح کیا ہے تاکہ عوام النّاس حقیقت سے روشناس ہو سکے۔

ان کے دیوان کے آخری حصے میں ایک مخمّس بعنوان "تضمین بر غزل حافظ" میں اسی بات کی وضاحت ملتی ہے۔

دل مسکین شیدائیست حافظ　　　مرا استاد پیدائیست حافظ

کسے داند کجا جائیست حافظ　وجود ما معمائیست حافظ

کہ تحقیقش فسونست و فسانہ (دیوان مسکین: ص۳۷۷)

ایک اور مقام پر وہ لکھتے ہیں:

آب خضر نصیب سکندر نمی شود　　　حافظ مدام وصل میسر نمی شود (دیوان مسکین: ص۳۸۶)

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

معنے مصرعہ حافظ شدہ ظاہر مسکین   "اینچہ شوریست کہ در دور قمری بینم "(دیوان مسکین: ص ۲۶۴)

بادہء نوخوب گر مسکین بود از دست یار   ہمچو حافظ بادہء تاں رانمی باشد قوام (دیوان مسکین: ص ۲۷۳)

ایک مقام پر حضرت لعل شہباز قلندر کے تتبع میں اپنی مشہور غزل کہی ہے۔ حضرت لعل شہباز قلندر کی غزل کا مطلع یہ ہے،

نمی دانم کہ آخر چوں دم دیدار می رقصم   مگر نازم بہ ایں ذوقے کے پیش یار می رقصم

حضرت سید حزب اللہ شاہ مسکین کی غزل یہ ہے،

بہر صبح و مسا در کوئے آں دلدار می رقصم   ولے بریاد آں دلبر بنالہ وزار می رقصم

گہے بر گل شدم بلبل گہے چوں لالہ گہہ سنبل   گہے بانالہء ہو ہو چو قمری دار می رقصم

گہے چوں شمع سوزانم گہے باسینہ بریانم   گہے چوں بلبلے باگل کہ در گلزار میں رقصم

گہے در مسجدے رفتم گہے بتخانہ راجستم   گہے چوں گوہر شہوار در زنّار میں رقصم

گہے میخانہ رادیدم گہے صہبائے نوشیدم   گہے بانشہء رندی بر میخوار می رقصم

گہے بیدار و ہوشیارم گہے باغم گرفتارم   گہے باخواب آلودہ در آں خمار می رقصم

گہے اندر حریم ہو بگفتم ہو و یامن ہو   گہے بارند بازاری براہ خوار می رقصم

گہے بر شاخسار گل نمودم شور چوں بلبل   گہے چوں عاشق مسکین پے دیدار می رقصم (دیوان مسکین: ص ۲۶۷)

درد و غم اور جدائی کا بیان بھی ان کے کلام میں بکثرت ملتا ہے۔ مثالیں ملاحظہ ہوں،

شرح و بیاں درد و غم و داستاں ہجر   مسکین خموش باش کہ گفتن نمی تواں (دیوان مسکین: ص ۳۰۸)

ترجمہ: درد و غم اور جدائی کی داستان کا بیان بہت مشکل ہے، لہذا اے مسکین خاموش ہو جا۔

گرچہ انبار غمت راہمہ پیمایم لیکہ   ہمچو مشتے کہ ز خروارے بروں می آید (دیوان مسکین: ص ۲۲۴)

عشقیہ مضامین کو بیان کرنے میں کہیں وہ حافظ کا تتبع کرتے ہیں اور کہیں اپنے رنگ میں بیان کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو،

سر حدیث عشق تو گفتن نمی تواں   راز یست در دلم کہ نہفتن نمی تواں (دیوان مسکین: ص ۳۰۸)

ترجمہ: تیرے عشق کے راز کی بات بیاں بھی نہیں ہو سکتی اور میرے دل میں جو راز ہے میں وہ چھپا بھی نہیں سکتا۔

مفتیان عشق اے مسکینؔ چہ فتویٰ دادہ اند   عیب جویانِ وفا را لازم گردن زدن (دیوان مسکین: ص ۳۱۰)

ترجمہ: اے مسکینؔ عشق کے مفتیوں نے کیا خوب فتویٰ دیا ہے کہ عیبِ جویان وفا کی سزا قتل ہے۔

غزل کے علاوہ ان کے کہے گئے قطعات میں بھی تغزل اور تخیل بلندی پر نظر آتا ہے۔ مثال ملاحظہ ہو،

قطعہ:

دہقانہا کہ جائے بزرگاں گرفتہ اند   بلبل ز باغ رفت کہ زاغاں گرفتہ اند

مسکیں دم نوشتن ایں قصہ رابیافت   ایں گردش ز گردش گردوں گرفتہ اند (دیوان مسکین: ص ۳۹۰)

ترجمہ: جاہلوں نے بزرگوں کی جگہ لے لی ہے۔ بلبل باغ سے روانہ ہوئی اور اسکی جگہ کوّے لے گئے۔ مسکینؔ نے لکھتے ہوئے یہ بات محسوس کی کہ یہ تبدیلی بسبب تقدیر ہے۔

گریہ زاری اور سوز عشق کو وہ اس طرح بیان کرتے ہیں،

بلبل مسکینؔ ہمی نالید اندر بوستاں   نالہ اش می سوختہ دیوانہ ہر فرزانہ را (دیوان مسکین: ص ۷۵)

ترجمہ: باغ میں جب ایک مسکین بلبل نے شور مچایا تو اس کی پر اثر آہ و زاری نے عقلمندوں کو دیوانہ کر دیا۔

غزل بطور نمونہ کلام:

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

اگر شمشیر در کف آں بت بیباک برخیز د فغاں از ساکنانِ عالم افلاک برخیز د
ازاں رو ہر زماں بر خاک راہش روہمے مالم کہ از راہش بجاروب مژدہ خاشاک برخیز د
بکش شمع فروزاں راہم زن شیشہ وساغر ز مجلس دامن افشاں چوں بت چالاک برخیز د
بہ درد گنبد گردوں رسد تا عالم بالا ہر آں آہے کہ از جان ودل غمناک برخیز د
اگر بر کشتہء تیغ محبت بگزری روزے بد امانت بیاویزد گریباں چاک برخیز د
گدائے درگہ میخانہ روز محشراے زاہد بعصیاں گرچہ آلودہ است اماپاک برخیز د
مکن مسکیں غم از عصیاں در آں ہنگامۂ محشر چوں از بہر شفاعت آں شہ لولاک برخیز د (دیوان مسکین: ص ۱۳۰)

پاک وہند میں اب اگرچہ فارسی شاعری کرنے والے بہت کم شعرا ہیں اگر دیوان مسکینؔ کا ترجمہ اور شرح اردو زبان میں کی جائے تو اردو اور فارسی شعراء نئے مضامین سے روشناس ہوسکتے ہیں۔ الغرض صاحبِ دیوان کا سندھ میں فارسی شاعری کے فروغ میں اتنا اہم کردار ہے جن کو یہ چند صفحات قلم بند نہیں کرسکتے۔

حوالہ جات:

۱۔ڈاکٹر نبی بخش بلوچ، *تکملۃ التکملۃ الموسوم بہ سندھ میں فارسی شاعری کا آخری دور* (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۷ء)، ص ا۔
۲۔ ایضاً، ص ۲۔
۳۔ ایضاً، ص ۳۔
۴۔ ایضاً، ص ۲۶۔
۵۔ ایضاً، ص ۲۸۔
۶۔ سید حزب اللہ شاہ مسکینؔ، *دیوان مسکین* (پیر جو گوٹھ خیرپور: جمعیت علماء سکندریہ، ۱۹۸۵ء)، ص ۶۔
۷۔ تبسم چودھری، *تذکرہ پیران پاگارہ* (حیدرآباد سندھ: انڈس پرنٹرز، ۱۹۷۵ء)، ص ۲۱۹۔
۸۔ ایضاً، ص ۲۱۹۔
۹۔ ایضاً، ص ۲۲۱۔
۱۰۔ مولانا حافظ محمد فاروق سکندری، *جامعہ راشدیہ تعارف وخدمات* (اسلام آباد: گوشۂ تحقیقات اسلامی، ۲۰۱۹ء)، ص ۸۰۔
۱۱۔ سید حزب اللہ شاہ مسکین، *دیوان مسکین*, محولہ بالا، ص ۵۷۔
۱۲۔ ایضاً، ص ۱۷۔
۱۳۔ ایضاً، ص ۸۔
۱۴۔ ایضاً، ص ۹۔
۱۵۔ ایضاً
۱۶۔ڈاکٹر نبی بخش بلوچ، *تکملۃ التکملۃ*، محولہ بالا، ص ۲۱۔
۱۷۔ مفتی عبد الرحیم سکندری، *تذکرہ پیران پاگارہ* (شاہپور چاکر سندھ: مدرسہ صبغۃ الہدیٰ، ۲۰۲۴ء)، ص ۱۶۵
۱۸۔ڈاکٹر نبی بخش بلوچ، *تکملۃ التکملۃ*، محولہ بالا، ص ۲۳۔
۱۹۔ خدیجہ میمن "*پیر پگارہ خاندان کی دینی خدمات*" (مقالہ برائے پی۔ ایچ۔ ڈی سندھ یونیورسٹی جامشورو، ۲۰۰۳ء)، ص ۱۹۴۔
۲۰۔ مفتی عبد الرحیم سکندری، *تذکرہ پیران پاگارہ* محولہ بالا، ص ۱۶۷۔
۲۱۔ غلام مصطفیٰ بھنبھرو، *جواہراتِ مسکین* (حیدرآباد سندھ: روضے دھنی ریسرچ اکیڈمی، ۲۰۲۱ء) ص

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

۲۲۔ سید حزب اللہ شاہ مسکین، دیوان مسکین، محولہ بالا، ص۹۔

۲۳۔ ایضاً

کتابیات:

۱۔ بلوچ، ڈاکٹر نبی بخش۔ ت کملۃ التکملۃ۔ اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۷ء۔

۲۔ بھنبھرو، غلام مصطفیٰ۔ جواہرات مسکین۔ حیدرآباد: روضے دھنی ریسرچ اکیڈمی، ۲۰۲۱ء۔

۳۔ چودھری، تبسم۔ تذکرہ پیران پاگارہ۔ حیدرآباد: انڈس پرنٹرز، ۱۹۷۵ء۔

۴۔ حزب اللہ شاہ، سید۔ دیوان مسکین۔ خیرپور: جمعیت علماء سکندریہ، ۱۹۸۵ء۔

۵۔ راشدی، عبدالستار وفا۔ اردو کی ترقی میں اولیائے سندھ کا حصہ۔ مقالہ برائے پی ایچ۔ ڈی، جامعہ سندھ، ۱۹۸۰ء۔

۶۔ سکندری، مفتی عبدالرحیم۔ تذکرہ پیران پاگارہ۔ شاہپور چاکر: مدرسہ صبغۃ الہدیٰ، ۲۰۲۴ء۔

۷۔ سکندری، مولانا حافظ محمد فاروق۔ جامعہ راشدیہ تعارف و خدمات۔ اسلام آباد: گوشہ تحقیقات اسلامی، ۲۰۱۹ء۔

9۔ میمن، خدیجہ۔ پیر پاگارہ خاندان کی دینی خدمات۔ مقالہ برائے پی ایچ۔ ڈی، جامعہ سندھ، ۲۰۰۳ء۔